# اسلامی تنظیم کی اہمیّت اور اس کے تقاضے

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

برادرم اسعد گیلانی نے اس مضمون میں اسلامی تنظیم کے متعلق ایسے اہم اقتباسات جمع کر دیئے ہیں کہ اس تحریر کے آئینے میں ہم اپنے چہروں کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ یہ مضمون بتاتا ہے کہ ہم کن سمجھوتوں کو لے کر سفر تحریک پر نکلے ہیں اور اب کن کن پہلوؤں سے کہاں کیا کیا کمی محسوس ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ سطور ہمارے لیے خود احتسابی اور کردار کی تعمیر نو کا ذریعہ بنیں گی۔ (ف۔ رص)

اسلامی تحریک تنظیم[1] کے بغیر کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتی اور تنظیم اپنے مخصوص تقاضے رکھتی ہے جنہیں اگر پورا نہ کیا جائے تو تنظیم اپنے نتائج دکھانے سے قاصر رہتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تحریک اسلامی سے وابستہ لوگ تنظیم کی اہمیت سے بھی آگاہ ہوں اور اس کے تقاضوں کو بھی جانتے ہوں۔

---

[1] میں نے یہ مضمون مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تصانیف اور اُن کی جماعت کی روداوں سے مرتب کیا ہے تاکہ دعوتِ دین کا حقیقی مقصد اسلامی تحریک کا قیام اور نظامِ اسلامی کا نفاذ سامنے آسکے۔ (اسعد گیلانی)

میں نے اس مضمون میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ تحریکِ اسلامی کی تنظیم، اس کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو براہِ راست اس کے لٹریچر سے پیش کیا جائے خصوصاً تحریک کے بانی نے جو نقوشِ راہ متعین کیے ہیں اُن کو اجاگر کیا جائے اور جو ہدایات انہوں نے دی ہیں ان سے آگاہی حاصل کی جائے اس لیے کہ کسی تنظیم کا بانی ہی اس کی اہمیت کو بیان کرنے اور اس کے تقاضوں سے دوسروں کو آگاہ کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے۔ بانی جماعت اپنی دعوتی تقریر شہادتِ حق کے صفحہ ۲۵ تا ۳۷ میں اقامتِ دین کے لیے تنظیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

**تنظیم اقامتِ دین**

پورے دین کو قائم کرنے اور اس کی صحیح شہادت ادا کرنے کے لیے قطعاً ناگزیر ہے کہ تمام ایسے لوگ جو مسلمان ہونے کی شعور اور انہیں ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، متحد ہو جائیں اور منظم طریقے سے دین کو عملاً قائم کرنے اور دُنیا کو اس کی طرف دعوت دینے کی کوشش کریں اور ان مزاحمتوں کو راستے سے ہٹائیں جو اقامتِ دین و دعوتِ دین کی راہ میں حائل ہوں یہی وجہ ہے کہ دین میں جماعت کو لازم قرار دیا گیا ہے اور اقامتِ دین اور دعوتِ دین کی جدوجہد کے لیے ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے ایک منظم جماعت ہو، پھر خدا کی راہ میں سعی و جدوجہد کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کے بغیر زندگی کو جاہلیت کی زندگی اور جماعت سے علیحدہ ہو کر رہنے کو اسلام سے علیحدگی کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ جو لوگ اس بات کو بھی سمجھ لیتے ہیں اور اس فہم سے ان کے اندر مسلمان ہونے کی ذمہ داری کا احساس اس حد تک قوی ہو جاتا ہے کہ اپنے دین کی خاطر اپنی انفرادیت اور خود پرستی کو قربان کر کے جماعتی نظم کی پابندی قبول کر لیں ان سے ہم کہتے ہیں کہ اب تمہارے سامنے تین راستے ہیں اور تمہیں آزادی ہے کہ ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرو۔ اگر تمہارا دل گواہی دے کہ ہماری دعوت، عقیدہ، نصب العین، نظامِ جماعت اور طریق کار سب کچھ خالص اسلامی ہے اور ہم وہی کام کرنے اُٹھے ہیں جو قرآن و حدیث کی رُو سے اُمتِ مسلمہ کا اصل کام ہے تو ہمارے ساتھ آجاؤ۔ اگر کسی وجہ سے تمہیں ہم پر اطمینان نہ ہو اور کوئی دوسری جماعت تم کو ایسی نظر آتی ہو جو خالص اسلامی نصب العین کے لیے اسلامی طریق پر کام کر رہی ہو تو اس میں شامل ہو جاؤ، ہم خود بھی ایسی جماعت پاتے

تو اسی میں شامل ہو جاتے کیونکہ ہمیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چُننے کا شوق نہیں ہے اور اگر تم کو نہ ہم پر اطمینان ہے نہ کسی دوسری جماعت پر تو پھر تمہیں اپنے فرضِ اسلامی کو ادا کرنے کے لیے خود اُٹھنا چاہیے اور اسلامی طریق پر ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جس کا مقصد پورے دین کو قائم کرنا اور قول و عمل سے اس کی شہادت دینا ہو۔ ان تینوں صورتوں میں سے جو صورت بھی تم اختیار کرو گے ان شاء اللہ حق پر ہو گے۔"

**جماعتی زندگی** رسائل و مسائل جلد اوّل کے صفحہ ۵۰۰ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بانیٔ جماعت نے جماعتی زندگی کے بارے میں فرمایا ہے: صحیح اسلامی زندگی جماعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

"ہمارے علم میں اسلامیت کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ اگر آدمی کو اپنے گرد و پیش ایسی کوئی جماعت نظر نہ آتی ہو جو اسلام کے اجتماعی نصب العین کے لیے اسلامی طریقہ پر سعی کرنے والی ہو تو اُسے سچے دل سے ایسی جماعت کے وجود میں لانے کی سعی کرنی چاہیے لیکن جب ہمیں اس کوشش میں پوری ناکامی ہوئی تو ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ ان لوگوں کو جمع کریں جو موجودہ جماعتوں کے طرزِ عمل سے غیر مطمئن اور صحیح اسلامی اُصول پر کام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ چنانچہ شعبان ۱۳۶۰ھ و اگست ۱۹۴۱ء میں ہم نے ان لوگوں کا اجتماع منعقد کیا اور باہمی مشورہ سے جماعت قائم کی۔"

تحریکِ اسلامی میں داخلہ کے لیے جس بات کا اطمینان حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اس کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے ۱۵ اپریل ۱۹۵۱ء کو مجلس شوریٰ کی روداد کے مطابق فرمایا۔

**داخلہ جماعت** کسی شخص کو بھی جماعت میں اس وقت داخل نہ کیا جائے جب تک اس کے متعلق یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ۔

"وہ جماعت کا پورا لٹریچر نہیں تو اس کا بیشتر اور ضروری حصہ اچھی طرح مطالعہ کر کے اس کی رُوح جذب کر چکا ہے اور اس کے ذہن میں جماعت کے مقصد اور طریق کار دونوں کے بارے میں کوئی اُلجھن یا خلش باقی نہیں رہ گئی ہے۔"

"وہ جماعت اسلامی کی دینی و اخلاقی حیثیت، اس کی دعوت اور کارکنوں سے اس کے کم از کم مطالبات کو پوری طرح سمجھ چکا ہے"۔

"اس نے جماعت کے ساتھ عملاً کام کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ذہناً یکسو، مستعد، اخلاقاً قابلِ اعتماد اور اپنے عزم میں پختہ ہے"۔

انہوں نے جماعت میں داخلہ کے لیے مزید وضاحت کرتے ہوئے شہادتِ حق کی تقریر کے صفحہ ۲۹ پر فرمایا۔

"اپنے ارکان سے ہمارا کوئی مطالبہ اس مطالبے کے سوا نہیں ہے جو اسلام نے ہر مسلمان سے کیا ہے۔ ہم نہ تو اسلام کے اصل مطالبے پر ذرہ برابر کسی چیز کا اضافہ کرتے ہیں اور نہ اس میں سے کوئی چیز گھٹاتے ہیں۔ ہم ہر شخص کے سامنے پورے اسلام کو بے کم و کاست پیش کر دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس دین کو جان بوجھ کر شعور کے ساتھ قبول کرو۔ اس کے تقاضوں کو سمجھ کر ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔ اپنے خیالات اور اقوال اور اعمال میں سے ہر اس چیز کو خارج کرو جو دین کے احکام اور اس کی روح کے خلاف ہو۔ اور اپنی پوری زندگی سے اسلام کی شہادت دو۔ بس یہی ہمارا قاعدۂ رکنیت ہے"۔

## رکنیت کی ذمہ داریاں

پھر رکنیت کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے روداد جماعتِ اسلامی حصہ دوم کے صفحہ ۱۱، ۱۲ پر کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"بہت سے لوگ اس جماعت کی رکنیت اور عام انجمنوں اور پارٹیوں کی رکنیت کے فرق کو نہیں سمجھے۔ وہ ابھی تک اس گمان میں ہیں کہ یہ بھی کوئی انجمن ہے جس میں کسی ادنیٰ وجہ کشش کی بنا پر شامل ہو جانا اور شامل ہو کر دلچسپی نہ لینا، اور پھر کسی چھوٹی یا بڑی وجہ ناپسندیدگی کی بنا پر الگ ہو جانا آدمی کے دین و ایمان سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت اس جماعت کی نوعیت عام انجمنوں کی نوعیت سے بالکل مختلف ہے۔ یہ جماعت دینِ حق کی اقامت کے لیے قائم ہوئی ہے۔ اس کا نصب العین وہی ہے جو قرآن کی رو سے اسلام کا حقیقی نصب العین ہے۔ اس کے پیشِ نظر وہی کام ہے جس کے لیے انبیاء علیہم السلام دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اس میں داخل ہوتے وقت ہر شخص سے پورے شعور کے ساتھ وہ عہد لیا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے اپنی کتاب میں معاملہ بیع سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ ایسی جماعت میں داخل ہونے کا جو شخص ارادہ کرے اُسے پہلے اچھی طرح جانچ پڑتال کرکے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا فی الحقیقت اس کی بھی غرض اور یہی نوعیت اور یہی کام اس کے پیش نظر ہے۔ اگر تحقیق سے اس کو ان اُمور پر اطمینان حاصل نہ ہو تو سرے سے جماعت کی شرکت ہی غلط ہے۔ لیکن اگر اسے اطمینان حاصل ہوجائے اور وہ یہ یقین رکھتے ہوئے داخلِ جماعت ہو کہ اس جماعت کی غرض و غایت یہی ہے جو دستور میں بیان کی گئی ہے اور اس یقین کی بنا پر وہ اللہ سے خوب سوچ سمجھ کر بیع کا معاہدہ کرے تو اس کے بعد آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی شرکت اور ایسے معاملۂ بیع کی یہ حیثیت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ ایک کوٹ ہے جسے جب چاہا پہنا اور جب چاہا اُتار دیا۔ ادھر قدم بڑھانے سے پہلے اپنی واپسی کی کشتیاں جلادیجیے۔ یہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھیے کہ اب پلٹ کر جانے کے لیے کوئی جگہ آپ کے لیے نہیں ہے۔ خدا سے عہد باندھنے کے بعد جس جان و مال کو آپ بیچ چکے ہیں اُسے اب واپس نہیں لے سکتے۔ اس معاہدہ کے ساتھ ہی آپ سر دھڑ کی بازی لگا چکے ہیں اب آپ کو جان لڑا کر یہ کام کرنا ہے۔ خود اس راہ پر چلنا ہے اور دوسروں کو چلانا ہے۔ کوئی خرابی رونما ہوتی نظر آئے تو بھاگنے کی فکر نہ کیجیے۔ بلکہ کم از کم اسی جذبے کے ساتھ اُسے دُور کرنے کی فکر کیجیے جس طرح آپ کے گھر میں آگ لگ جائے تو اُسے بجھانے کی فکر کریں گے۔ آگے والا اگر نہ چلے تو پیچھے سے سرک نہ جائیے بلکہ یا تو اُسے چلنے پر مجبور کیجیے یا اُسے ہٹا کر پھینک دیجیے، خود آگے بڑھیے یہاں اگر آپ اس کام میں دلچسپی نہ لیں گے یا وقت، مال، محنت، دل و دماغ اور جسم و جان کی قوتیں صرف کرنے سے جی چرائیں گے یا دوسرے کاموں کو اس پر مقدم رکھیں گے تو اپنے خدا سے بے وفائی کریں گے۔ آپ کا عہد کسی انسان سے نہیں خدا سے ہے۔ شرکت کے وقت جو آپ نے عہد کیا ہے اس کے ساتھ ہی آپ اپنا سب کچھ اور خود اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ بیچ چکے ہیں۔ اب آپ کی ہر چیز پر پہلا اور مقدم حق خدا اور اس کے کام کا ہے باقی تمام چیزیں اس سے مؤخر ہیں۔

پھر روداد حصہ اوّل کے صفحہ ۷، ۸ پر اجتماع اوّل میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"محض دماغی طور پر کسی شخص کا اس تحریک کو سمجھ لینا اور اس پر صرف عقلاً مطمئن ہو جانا تو اس راہ کا محض ابتدائی قدم ہے۔ اس تاثر سے کام نہیں چلتا۔ یہاں تو اس کی ضرورت ہے کہ دل میں ایک آگ بھڑک اٹھے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم اتنی آگ تو شعلہ زن ہونی چاہیے جتنی اپنے بچے کو بیمار دیکھ کر ہو جاتی ہے اور آپ کو کھینچ کر ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے۔ یا اتنی جتنی گھر میں غلہ نہ پا کر بھڑکتی ہے اور آدمی کو تگ ودو پر مجبور کر دیتی ہے اور چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ سینوں میں وہ جذبہ ہونا چاہیے جو ہر وقت آپ کو اپنے نصب العین کی دُھن میں لگائے رکھے۔ دل و دماغ کو یکسو کر دے اور توجہات کو اس کام پر ایسا مرکوز کر دے کہ اگر ذاتی یا خانگی یا دوسرے غیر متعلق معاملات کبھی آپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچیں بھی تو آپ سخت ناگواری کے ساتھ ان کی طرف کھنچیں۔ کوشش کیجیے کہ اپنی ذات کے لیے آپ قوت اور وقت کا کم سے کم حصہ صرف کریں۔ اور آپ کی زیادہ سے زیادہ جدوجہد اپنے مقصدِ حیات کے لیے ہو۔ جب تک یہ دل کی لگن نہ ہو گی اور آپ ہمہ تن اپنے آپ کو اس کام میں جھونک نہ دیں گے، محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہ بنے گا۔"

"جماعت کے ارکان کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک بہت بڑا دعویٰ لے کر بہت بڑے کام کے لیے اُٹھ رہے ہیں۔ ان کی سیرتیں اگر ان کے دعوے کی نسبت سے اس قدر پست ہوں کہ نمایاں طور پر ان کی پستی محسوس ہوتی ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے دعوے کو مضحکہ بنا کر رکھ دیں گے۔ اس لیے ہر شخص کو چاہیے جو اس جماعت میں داخل ہو، اپنی دُہری ذمہ داری محسوس کرے۔ خدا کے سامنے تو وہ بہرحال ذمہ دار ہے، مگر خلقِ خدا کے سامنے بھی اس کی ذمہ داری بہت سخت ہے۔ جس بستی میں آپ لوگ موجود ہوں وہاں عام آبادی سے آپ کے اخلاق بلند تر ہونے چاہییں، بلکہ آپ کو بلندیٔ اخلاق، پاکیزگی سیرت اور دیانت و امانت میں ضرب المثل بن جانا چاہیے۔ آپ کی ایک معمولی لغزش نہ صرف جماعت کے دامن پر بلکہ اسلام کے دامن پر دھبہ لائے گی اور بہت سے لوگوں کے لیے سبب گمراہی بن جائے گی۔"

**تنظیم کی جان** بانیٔ جماعت تنقیحات کے صفحہ ۲۵۵ پر فرماتے ہیں۔ "اطاعت اور ایمان

تنظیم کی جان ہیں۔ ایمان جس قدر راسخ ہوگا اور اطاعت جتنی کامل ہوگی، نظم اتنا ہی مضبوط اور طاقت ور ہوگا اور وہ اپنے مقاصد تک پہنچنے میں اتنا ہی زیادہ کامیاب ہوگا۔ بخلاف اس کے ایمان میں جتنا ضعف اور اطاعت سے جتنا انحراف ہوگا اسی قدر نظم کمزور ہوگا اور اسی نسبت سے وہ اپنے مقاصد تک پہنچنے میں ناکام رہے گا۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی جماعت میں نفاق، بدعقیدگی، انتشارِ خیال، خودسری، نافرمانی اور بے ضابطگی کے امراض پھیل جائیں اور پھر بھی اس میں نظم باقی رہے اور وہ کسی شعبہ حیات میں ترقی کی طرف رواں دواں نظر آئے، یہ دونوں حالتیں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ دنیا جب سے آباد ہوئی ہے اُس وقت سے آج تک ان دونوں کا کبھی اجتماع نہیں ہوا اور اگر قانونِ فطرت اٹل ہے تو اس قانون کی یہ دفعہ بھی اٹل ہے کہ دونوں حالتیں کبھی یک جا جمع نہیں ہوسکتیں۔"

پھر روداد مجلس شوریٰ ۱۹۔ اپریل ۱۹۵۱ء کے صفحہ ۴۲ پر لکھا گیا ہے:

"اقامتِ دین کی سعی کرنے والی ایک جماعت کے اولی الامر کی اطاعت فی المعروف دراصل اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا ایک جز ہے۔ جو شخص اللہ کا کام سمجھ کر یہ کام کر رہا ہے اور اللہ ہی کی خاطر جس نے کسی کو اپنا امیر مانا ہے وہ اس کے جائز احکام کی اطاعت کر کے دراصل اس کی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ جس قدر اللہ اور اس کے دین سے آدمی کا تعلق زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ سمع و طاعت میں بڑھا ہوا ہوگا اور جتنی اس تعلق میں کمی ہوگی اتنی ہی سمع و طاعت میں بھی کمی ہوگی۔ اس سے بڑی قابلِ قدر قربانی اور کیا ہوسکتی ہے کہ جس شخص کا آپ پر کوئی زور نہیں ہے اور جسے محض خدا کے کام کے لیے آپ نے امیر مانا ہے اس کا حکم ایک وفادار ماتحت کی طرح مانیں اور اپنی خواہش اور پسند اور مفاد کے خلاف اس کے ناگوار احکام تک کی بسروچشم تعمیل کرتے چلے جائیں۔ یہ قربانی چونکہ اللہ کے لیے ہے اس لیے اس کا اجر بھی اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اس کام میں شریک ہونے کے بعد کسی حال میں چھوٹا بننے پر راضی نہ ہوا اور اطاعت کو اپنے مرتبے سے گری ہوئی چیز سمجھے یا حکم کی چوٹ اپنے نفس کی گہرائیوں میں محسوس کرے اور تلخی کے ساتھ اس پر تلملائے، یا اپنی خواہش اور مفاد کے خلاف احکام کو ماننے میں ہچکچائے وہ دراصل اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ ابھی اس کے نفس نے اللہ کے آگے پوری طرح سرِ اطاعت خم نہیں کیا ہے اور ابھی اس کی انانیت اپنے دعووں سے دستبردار نہیں ہوئی ہے۔

**مناصب پر فائز حضرات کی ذمہ داری** اس کے بعد بانیٔ جماعت نے اپنی تقریر "ہدایات" کے صفحہ ۲۶ پر ذمہ دارانِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"میں امرائے جماعت کو یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ حکم چلانے کا صحیح طریقہ سیکھیں جس شخص کو بھی نظمِ جماعت کے اندر کسی ذمہ داری کا منصب سونپا جائے اور کچھ لوگ اس کے تحتِ امر دیے جائیں اس کے لیے یہ ہرگز حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگے اور اپنے تابع رفقاء پر بے جا حکم جتانے لگے۔ اُسے حکم چلانے میں کبریائی کی لذت نہ لینی چاہیے، اُسے اپنے رفقاء سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ کام لینا چاہیے۔ اسے اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں کسی کارکن میں عدمِ اطاعت اور خودسری کا جذبہ اُبھار دینے کی ذمہ داری خود اُس کے اپنے کسی غلط طریق کار پر عائد نہ ہو جائے۔ اسے جوان اور بوڑھے، کمزور اور طاقت ور، [illegible] اور خستہ حال سب کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکنا چاہیے۔ بلکہ جماعت کے مختلف افراد کی مخصوص انفرادی حالتوں پر نگاہ رکھنی چاہیے اور جس لحاظ سے بھی بجا طور پر کوئی رعایت کا مستحق ہو اُس کو ویسی ہی رعایت دینی چاہیے۔ اُسے جماعت کو ایسے طریقے پر تربیت دینی چاہیے کہ امیر جو کچھ مشورے اور اپیل کے انداز میں کہے، رفقاء اس کو حکم کے انداز میں لیں اور اس کی تعمیل کریں۔ یہ دراصل جماعتی شعور کی کمی کا نتیجہ ہے کہ امیر کی اپیل اثر انداز نہ ہو اور وہ مجبور ہو کر حکم دینے کی ضرورت محسوس کرے۔ "حکم" تو تنخواہ دار فوج کے سپاہیوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ رضاکار سپاہی جو اپنے دل کے جذبے سے اپنے خدا کی خاطر اکٹھے ہوئے ہوں، خدا کے کام میں خود اپنے بنائے ہوئے امیر کی اطاعت کے لیے حکم کے محتاج نہیں ہوا کرتے، ان کو تو صرف یہ اشارہ مل جانا کافی ہے کہ فلاں جگہ تم کو اپنے رب کی فلاں خدمت بجا لانے کا موقع مل رہا ہے۔ یہ کیفیت جس روز امرائے جماعت اور رفقائے جماعت میں پیدا ہو جائیگی آپ دیکھیں گے کہ آپس کی وہ بہت سی بدمزگیاں آپ سے آپ ختم ہو جائیں گی جو اب وقتاً فوقتاً امیروں اور ماموروں میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔"

**اسلامی تحریک میں مناصب کی صفات** اطاعت امر کی وضاحت کے بعد مولانا مودودی نے تحریک میں مناصب کے لیے مطلوبہ صفات کا ذکر کرتے ہوئے رودادِ جماعتِ اسلامی حصہ اول صفحہ ۱۳ میں اس طرح کہا ہے:

"امیر کے انتخاب میں آپ کو جو امر ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص جو امارت کا

اُمیدوار ہو اُسے ہرگز منتخب نہ کیا جائے کیونکہ جس شخص میں اس کارِ عظیم کی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ کبھی اس بار کو اُٹھانے کی خود خواہش نہ کرے گا اور جو اس کی خواہش کرے گا وہ دراصل نفوذ و اقتدار کا خواہش مند ہوگا نہ کہ ذمہ داری سنبھالنے کا۔ اس لیے اللہ کی طرف سے اس کی نصرت و تائید نہ ہوگی۔ انتخاب کے سلسلے میں لوگ ایک دوسرے سے نیک نیتی سے تبادلہ خیال کر سکتے ہیں مگر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف نجویٰ اور سعی نہ ہونی چاہیے۔ شخصی حمایت و موافقت کے جذبات کو دل سے نکال کر بے لاگ طریقے سے دیکھیے کہ آپ کی جماعت میں کون ایسا شخص ہے جس کے تقوے، علمِ کتاب و سنت، دینی بصیرت، تدبر، معاملہ فہمی اور راہِ خدا میں ثبات پر آپ سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں، پھر جو بھی ایسا نظر آئے اللہ پر توکل کر کے اُسے منتخب کر لیا جائے۔"

**تنظیم میں درجہ و مرتبہ کا معیار:** تحریک کے دستور میں آدمی کے درجہ و مرتبہ پر دفعہ ۱۲ میں اس طرح روشنی ڈالی ہے:۔

"اِس جماعت میں آدمی کے درجہ و مرتبہ کا تعین اُس کے حسب و نسب اور علمی اسناد اور مالی حالات کے لحاظ سے نہ ہوگا، بلکہ اس تعلق کے لحاظ سے ہوگا جو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے ساتھ رکھتا ہو اور جماعت کو اس تعلق کا ثبوت اس کی ان نفسی و جسمانی اور مادی قربانیوں سے ملے گا، جو وہ اللہ کے دین کی راہ میں کرے گا۔"

"جہاں تک رکنیت کے حقوق کا تعلق ہے اس میں تمام ارکانِ جماعت مساوی ہیں لیکن جہاں تک اخلاقی فضل و شرف اور نظامِ جماعت میں رہنمائی و پیش روی اور ذمہ دارانہ مناصب کے استحقاق کا تعلق ہے اس کا فیصلہ کسی کی خاندانی وجاہت یا شہرت و ناموری یا دولت و ثروت یا علمی اسناد کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ اس بنیاد پر ہوگا کہ کون اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا زیادہ پابند ہے۔ دین کے فہم اور اس کے مطابق عمل میں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ تحریک اسلامی کے کام چلانے کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے اور اس جماعت کے نصب العین کی خاطر وقت و محنت، ذہانت و مال کی بے دریغ قربانی کرنے والا ہے اور اس کے انتخاب میں یہ صفت مدنظر رہے گی کہ نہ وہ امارت کا خود امیدوار ہو اور نہ اس سے کسی ایسی بات کا ظہور ہوا ہو جو یہ پتہ دیتی ہو کہ وہ امارت کا خود خواہش مند یا اس کے لیے کوشاں ہے۔

(باقی)